اسلامی تعلیمات اور فطرت

علامہ سید محمد رضی صاحب قبلہ، کراچی

فطرت کے معنی پیدائش کے ہیں۔ جس طرح دنیا کی ہر چیز ایک خاص طریقہ پر پیدا کی گئی ہے انسان بھی اپنی پیدائش کے اعتبار سے ایک مخصوص حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے جسم کی ساخت اور بناوٹ دوسرے جانداروں سے امتیاز رکھتی ہے۔ اس کی خواہشات، اس کی زندگی کے طور طریقے، اُس کی معاشرت اس کی عقل وفراست اور اس کی انفرادی واجتماعی زندگی کا نظم وترتیب ایک خاص انداز پر ہے اور اس کے لئے بنیادی طور پر جو فطرت کے اصول مقرر ہیں اُن میں تبدیلی نہیں کی جاسکتی۔ جو پیدائش کا طریقہ معین ہے اُس میں کوئی تغیر نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح موت کو نہیں روکا جاسکتا۔ جو خلقی صلاحیتیں انسان میں موجود ہیں یا جو اُس کے بدن میں فطری کیفیات ہیں اُن میں اس طرح تبدیلی نہیں کی جاسکتی کہ وہ بنیادی طور پر کچھ اور ہو جائیں۔ دین ومذہب کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ انسان کی زندگی کو مادّی اور روحانی حیثیتوں سے فطرت کے ان بنیادی اصول اور اقدار کے مطابق بنادے جن پر اُس کی پیدائش ہوئی ہے۔ اس کائنات کی ہر چیز کے وجود کا ایک خاص مقصد ہے اور ہر شے ایک مخصوص غرض کے لئے بنائی گئی ہے اصولی طور پر جو چیز جس مقصد کے لئے وجود میں آئے اس کو اس چیز سے پورا ہونا چاہئے ورنہ اُس کی پیدائش کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ ظاہر ہے کہ اللہ نے کائناتِ عالم کی کسی چیز کو بیکار نہیں خلق فرمایا۔ روشنی، تاریکی، دن، رات، چاند ستارے، ہوا، آگ، پانی، مٹی، درخت، پھل، پھول غرض اس کائنات میں جو کچھ ہے وہ یقیناً کسی خاص مقصد کے لئے ہے اور اُس کی تخلیق عبث اور بیکار نہیں کی گئی۔

انسان بھی اس سلسلۂ کائنات کی ایک اہم کڑی ہے، اُس کو حسن وجمال ملا ہے اُسے عقل وادراک عطا ہوا ہے، اس کو طاقت وقوت بخشی گئی ہے، اُس کے جسم میں وہ تمام طاقتیں اور صلاحیتیں بخشی گئی ہیں جو اُس کے لئے اس دنیا میں زندہ رہنے کے لئے ضروری تھیں لیکن اِن فطری طاقتوں اور صلاحیتوں کا فائدہ اُسی وقت حاصل ہوسکتا ہے جب اُنہیں اُن کے صحیح اور اصلی اغراض ومقاصد میں صرف کیا جائے اور ان سے وہ کام لیا جائے جس کے لئے انھیں بنایا گیا ہے۔ دین کی اصلی غرض صرف یہی ہوتی ہے کہ وہ انسان کو زندگی کا ایسا طریقہ بتادے جو اُس کی فطرت کے مطابق ہو۔

دنیا کے ہر مذہب نے یہی دعویٰ کیا ہے کہ وہ انسانی زندگی کی اصلاح چاہتا ہے جسے وہ انسان کی نجات کہتا ہے۔ اسلام نے بھی یہی کہا تھا: ''فَاَقِمۡ وَجۡهَكَ لِلدِّيۡنِ حَنِيۡفًا فِطۡرَتَ اللّٰهِ الَّتِىۡ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيۡهَا لَا تَبۡدِيۡلَ لِخَلۡقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيۡنُ الۡقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ۔ (سورہ روم، ۳۰)

''تم باطل سے کترا کے اپنا رخ دین کی طرف کئے رہو۔ یہی اللہ کی فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی خلقت (اور فطرت) میں کوئی تغیر نہیں ہوسکتا۔ یہی مضبوط اور سیدھا دین ہے۔ مگر بہت سے لوگ نہیں جانتے۔''

تفصیلی جائزہ لینے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے علاوہ کسی دوسرے مذہب نے اپنی تعلیموں اور احکام میں انسانی فطری رُجحانات اور فطری ضروریات کا لحاظ نہیں رکھا۔ انسان فطری طور پر اجتماعی زندگی کا طلبگار تھا مگر اس کے برخلاف بہت سے مذہبوں نے اسے ترک دنیا کی تعلیم دے کر رُہبانیت کی

طرف مائل کرنے کی کوشش کی جو اُس کی فطرت کے بالکل خلاف تھا۔ اُس کی فطرت ازدواجی حیات چاہتی تھی، کسی مذہب نے اُسے اس کے خلاف تعلیم دی، کسی نے اسے ستی ہونے اور زندہ آگ میں جل جانے کی تعلیم دی، کسی نے لڑکیوں کو زمین میں زندہ دفن کردینا ہی انسانیت کی نجات کا باعث خیال کیا تو کسی مذہب نے عورت اور زمین میں کسی کا کوئی خصوصی حق نہ رکھا بلکہ اُن میں بلا قید وشرط ہر انسان کا حق تسلیم کرلیا اور اُن کو سب کے لئے عام کردیا اور پھر کسی کو دوسرے شخص کے روکنے اور منع کرنے کا اختیار اور حق باقی نہ رہا۔

کسی نے اس کے بالکل برخلاف انسانی افراد پر قید وبندکی حد یں سخت کردیں، اور ایسی ایسی سخت ریاضتیں اور ایسے مشکل اور دشوار احکام دیئے جو انسانی قوتِ برداشت سے باہر تھے۔ مگر اسلام ہی وہ واحد دین ہے جس نے انسان کی زندگی کے ہر شعبہ میں اُس کو ایسی ہدایتیں اور ایسی تعلیمیں دیں جو اُس کی فطرت کے عین مطابق تھیں، جو اُس کی تکمیل کا باعث اور اس کی بہتری کی بنیاد تھیں۔ چنانچہ اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن کریم کا اعلان ہے: ''لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا۔'' (سورہ بقرہ، ۲۸۶) ''اللہ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا'' اس لئے جس قدر بھی اسلامی تعلیمات اور احکام ہیں وہ سب انسان کی فطری قوتوں اور اس کے حالات اور ماحول کے مطابق ہیں یہ اور بات ہے کہ کوئی شخص اُن تعلیمات پر عمل نہ کرے اور اُن سے فائدہ نہ اٹھائے، اس میں اسلام کا کوئی قصور نہیں بلکہ خود انسان کا قصور ہے جو اس کی ہدایت سے فائدہ حاصل نہیں کرتا۔ انسان کی پہلی بنیادی تعلیم اللہ کے وجود کا اقرار ہے اس لئے کہ انسان اور کائنات کی ہر چیز کی خلقت اور فطرت بتاتی ہے کہ اُس کا کوئی نہ کوئی خلق کرنے والا ہے جس کی مشیّت اور ارادہ کے بغیر اُس کی خلقت ممکن نہ تھی۔ انسانی فطرت کا سب سے پہلا تقاضا اور اُس کی بناوٹ کی بنیادی طلب یہ تھی کہ اس کے خالق کو مانا جائے جس کے اشارۂ قدرت سے اُسے وجود کا لباس ملا۔

اسلام کے علاوہ کسی دوسرے دین نے خدا کی ہستی اور اُس کے صفات کو اس طرح نہیں بتایا جس طرح اسلام نے بتایا ہے اور نہ کائنات کے خالق کا وہ تصور پیش کیا جو اسلام نے پیش کیا ہے۔ کسی مذہب نے انسان کی پیشانی کو پتھروں کے سامنے جھکا دیا، کسی نے درختوں اور ستاروں اور حشرات الارض کے سامنے سر تسلیم خم کرادیا اور کسی نے انسان کو خود انسان کی پرستش کرنے کی تعلیم دی۔ کسی نے بھی نہ تو خود انسان کی برتری کا وہ تصور پیش کیا جو اسلام نے پیش کیا ہے اور نہ اُس کے خالق ورازق کو اس عظمت وجلالت وبزرگی کے ساتھ بیان کیا جس طرح اسلام نے اسے بیان کیا ہے۔

وہ انسان جو کیڑوں مکوڑوں، سانپوں اور اژدہوں کو سجدے کررہا تھا جسے یہ پتہ ہی نہ تھا کہ اُس کی فطرت میں کتنی بلندی ہے اُسے کسی اور نے نہیں بلکہ صرف اسلام نے بتایا ہے کہ وہ کیا ہے اور اس کی تعلیم دی کہ وہ کائنات کا غلام نہیں بلکہ خود سردار ہے اور اس کو دوسری مخلوق کی پرستش کا نہیں بلکہ اُن پر حکومت کرنے کا حق حاصل ہے اور قرآن نے سورۂ اسراء میں اعلان کردیا ہے۔

''وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰھُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰھُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰھُمْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلاً۔'' ''ہم نے اولاد آدمؑ کو عزت دی ہے اور ہم ہی نے اس کو بحر وبر میں حمل ونقل کے وسیلے عطا کئے اور اُنھیں اچھی اچھی چیزیں کھانے کے لئے دیں اور اُنھیں اپنی بہت سی مخلوق پر فوقیت دی ہے۔'' (سورۂ اسراء، ۷۰) انسانی فطرت بلندی چاہتی تھی تو اسلام نے بھی اس کے لئے غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام کردیا بس ایک اُس کے خلاف ہی کی ایسی ذات ہوسکتی تھی جس کی عبادت کرنا اور اس کی تعظیم کرنا انسان کے لئے فطری حیثیت سے ضروری تھا کیونکہ اس کی ذات سے انسان کی زندگی، موت، رزق اور اس کا باقی رہنا اور صحت وتندرستی سب کچھ وابستہ ہے۔ اس کو یاد کرنا اور اس کے سامنے جھکنا انسان کا سب سے بڑا

بنیادی فرض تھا اور اس کو پہچاننا اُس کے لئے ضروری تھا اس لئے اسلام نے پہلی تعلیم اسے یہی دی کہ وہ اپنی پیشانی اگر کسی کے سامنے جھکائے تو وہ صرف اللہ کی ذات ہونا چاہئے۔ قرآن پاک کا اس سلسلہ میں یہ ارشاد ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے:

"(اے لوگو!) وہی تمہارا پروردگار ہے اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں وہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔ تو اسی کی عبادت کرو۔" (سورہ انعام، ۱۰۲)

دین اسلام کی سب سے زیادہ اہم، گہری اور بنیادی تعلیم خالق عالم کا اعتقاد ہے جسے کسی دوسرے دین نے صحیح طور پر انسان کے سامنے کبھی نہیں پیش کیا سوائے اسلام کے جس نے تصوّرِ الٰہ کو اس کی پوری عظمت و برتری کے ساتھ ظاہر کیا ہے کیونکہ اسی اعتقاد اور اسی نظریہ پر انسان کے اصلاحی نظام اور اس کے صحیح کردار کی تخلیق ممکن اور موقوف تھی یہ انسانی فطرت کا سچا تقاضا تھا کہ وہ اپنی برتری کو سمجھے اور اپنے خالق اور پروردگار کی عظمت کا عقیدہ اختیار کرے۔ اسلام نے اُس کو فطرت کے اس تقاضے سے آگاہ کیا اس کے بعد اسلام کی جس قدر بھی تعلیمیں ملتی ہیں اُن میں فطرتِ انسانی کے تقاضوں کا پورا لحاظ موجود ہے اور یہ وہ خصوصیت ہے جو دنیا کے کسی مذہب میں نہیں پائی جاتی۔

اسلام کی بنیادی تعلیموں میں دوسری چیز نبوت و رسالت ہے جو انسان کی فطرت کا دوسرا تقاضا تھا۔ جب اس نے اللہ کو مان لیا اور اس بات کو تسلیم کر چکا کہ اُس کا کوئی پیدا کرنے والا موجود ہے اور اُس کی پیدائش کسی خاص غرض اور مقصد کے لئے ہوئی ہے تو پھر اُس کی فطرت کا تقاضا تھا کہ وہ اسے بھی جان لے کہ اللہ کی کیا مشیّت ہے اور وہ اپنی مخلوق سے کیا چاہتا ہے۔ اسی راز کو بتانے کے لئے ایسی بزرگ و برتر ہستیوں کی ضرورت تھی جو اپنے عمل اور اپنے کردار کے لحاظ سے اس منصب کی مستحق ہوں کہ وہ اللہ کا پیغام اُس کے بندوں تک پہنچا سکیں اور خلق خدا کو اُس کے فرائض سے آگاہ کریں۔ ایسے ہی لوگ نبی اور رسولؑ کہے جاتے ہیں۔ اس نبوت کے عقیدہ کو اسلام نے دوسرا درجہ عطا کیا ہے، جو فطرتِ انسانی کا وجود خدا اور توحید کے بعد سب سے بڑا فطری تقاضا تھا کیونکہ اس کے بغیر انسان کا نظامِ زندگی مکمل ہی نہیں ہو سکتا تھا۔ اسلام نے انسان کو انسانی برادری کی قدر بتائی، معاشرتی زندگی کے اصول سمجھائے، اجتماعی روابط سے آشنا کیا اور زندگی کے ہر شعبہ اور حیات کے ہر گوشہ کے لئے اُس کو ہدایات دیں۔



بقیہ۔۔۔۔شہید کربلا کے خاندانی خصوصیات

دکھاؤں۔ آیا وقت اور ۶۱ھ میں حسینؑ کو اس اسلام کی خاطر وہ سب کچھ نذر کر دینا پڑا، جوان کے پاس سرمایہ تھا۔

انھوں نے اتنی بڑی قربانی پیش کر دی جس کی نظیر نہ اس کے پہلے نظر آتی ہے، نہ اس کے بعد۔ آج جبکہ اس واقعہ کو تیرہ سو سال پورے ہو رہے ہیں وہ اسی طرح ندرت اور عظمت رکھتا ہے جس طرح اپنے وقوع کے موقع پر رکھتا تھا۔ اور اسی لئے آج تک دنیا اسے یاد رکھتی ہے اور اس وقت تیار ہو رہی ہے کہ اس کی سیزدہ صدسالہ یادگار بڑے وسیع پیمانہ پر قائم کی جائے۔

آج جبکہ اسلام کو بڑی ضرورت قربانی کی ہے، اس یادگار کا قائم کرنا مسلمانون کے لئے حیات بخش ہے۔ دیکھنا ہے مسلمان اپنے اس فرض کو کس طرح انجام دیتے ہیں۔ ❁❁❁

بقیہ۔۔۔۔اصلاح سخن

نہیں ہوئی۔ ملاحظہ ہو:

دل مجھ سے کہہ رہا ہے بگڑی ہوئی ضدوں پر
قربان سو ادائیں ظالم کی اک نہیں پر

(باقی آئندہ انشاءاللہ)

نوٹ: استاد بھائیوں سے التماس ہے کہ وہ اپنی ایک ایک غزل مع استاد معظم کی اصلاح کے میرے پاس بہت جلد روانہ فرمادیں تاکہ میں آئندہ "اصلاح سخن" کے ذیل میں پیش کر سکوں۔ (بہزادؔ)

(ماخوذ از ماہنامہ 'نظارہ' لکھنؤ، مشاعرہ نمبر ۱۹۳۲ء)